Ghazal aur bunyadni mabahis

B.A Urdu (Hons)

Lecture-1

غزل کے ' فیروز اللغات ' میں معنی' عورت سے بات کرنا ہے اور ' لغات کشوری ' میں '' وہ شخص جو عورتوں کے عشق کی باتیں کرتا ہے ' ۔اور '' کاتنا '' ۔ '' رسی بٹنا '' یا '' سوت ریشی '' کے معنی درج ہیں ۔ اگر ہم ان معنوں کو تسلیم کرلیں تو سمجھنے میں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں ۔ جیسے جن سے نکاح جائز نہیں ایسی عورتوں سے باتیں کرنے کے معنی تو نہیں ہو سکتے اسی لیے راقم کی رائے ہے تمام لغات کو از سر نو معنی صاف صاف بیان کرنا چاہیے کہ کس خاتون اور کس عمر کی خاتون کو غزل کا مرکزی خیال بنایا جانا چاہیے ۔ جتنے رشتے ہوتے ہیں اتنی ہی عورتیں ہوتی ہیں ۔ ماں ، بیٹی ، بہین ، بیوی ، معشوقہ ، ساس ، بہو ، معلمہ ، استانی یا رشتہ دار خاتون یا عزیز خواتین ان تمام عورتوں سے باتیں کرنے کا مطلب اگر غزل ہے تو اس صنف پر غور و خوص کرنے کی ضرورت ہے ۔ جس طرح حالی نے ' مقدمہ شعر و شاعری ' اور ' یادگارِ غالب ' میں انہوں نے غزل کی ایسی گرہیں کھولی ہیں کہ اس سے نہ صرف منظر کشی ہوتی ہے بلکہ شخصیت کی دلچسپی بھی معلوم ہوتی ہے ۔ ثبوت میں غزل کے یہ دو اشعار:

رضوان چو شہد و شیر بغالب حوالہ کرد ؛ بے چارہ باز داد دمےّ مشکبو گرفت

رموز دیں نشناسم درست ۔ ومعذورم ؛ نہادِ من عجمی و طریقِ من عربی ست

یعنی رضوان ، داروغہ ٔ جنت نے جب غالب کو دودھ اور شہد پیش کیے تو بے چارے نے انہیں واپس کر دیا اور مشک بو شراب لے لی '' لیکن حالی کی غزل کی تنقید کا اثر زیادہ دیر تک نہ چل سکا ۔ حالاں کہ انہوں نے غزل کا کینوس بڑا کر دیا تھا لیکن کیوں کہ ہمارے نئے غزل گو شعراء نے اپنی فکر و فن کو نئی جہتوں سے آشنا کر لیا ۔ یہ وقت کا تقاضا بھی تھا زمانے کی ضرورت بھی تھی اور حالات کے ساتھ خیالات کی تبدیلی بھی جو نئی سوچ کی ایجاد تھی ۔ لغت کشوری میں غزل کے معنی درست ہیں ۔ نوجوان مرد و زن کے آپسی بات چیت ان کے درمیان راز و نیاز ' شکوے شکایتیں ' روٹھنے منانے اور ملنے بچھڑے کی باتیں کرنا یا حسن و عشق کی باتیں یا وفاؤں کے وعدے کرنا یہ تمام باتوں کو عشقیہ بات چیت میں آتی ہیں ۔ اگر ایسی گفتگو کو غزل کے معنی و مفہوم میں لینا درست ہے ۔ غزل سے مراد معشوقہ سے ہمکلام ہو کر لطف اندوز ہونا ' اس کے حسن و جمال کی تعریف کرنا اور اس سے عشق و محبت کا اظہار کرنا ۔ ایسی حسی کیفیات جن سے جذباتی واردات پیدا ہوتے ہوں وہی لمحات ، احساسات ، کیفیات اور جذبات غزل کہلاتی ہیں ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی نے لکھا ہے '' جاہلی دور کے اصناف سخن میں سب سے اہم اور ممتاز صنف غزل ہے ۔ اور اس غزل کا موضوع اور محور عورت تھی ۔ کیونکہ غزل کے معنی نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی آپس کی بات چیت اور عورتوں سے لطف اندوزی اور ان سے حسن و محبت کی باتیں کرنا ہے ۔ '' یہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ غزل اس صنف کو کہیں گے جس میں حسن و عشق یا محب و محبوب سے متعلق مضامین

شامل ہوں۔ یعنی ہجو وصال کا تذکرہ' سوز و غم کا ذکر' وصل معشوق کی لذت اور اس طرح کی دیگر کیفیات عشق واردات محبت شامل ہوں یعنی آنکھوں سے آنکھیں چار ہونا اور ہوش و حواس گم ہونا اور ہمیشہ حسن یار میں کھوئے رہنا:

ملے کسی سے نظر تو سمجھو غزل ہوئی؛ رہی نہ اپنی خبر تو سمجھو غزل ہوئی

غزل شاعری کی ایک اہم صنف ہے۔ جو باضابطہ منظوم ہونے سے گایا جاتا ہے۔ اس صنف کا آغاز دسویں صدی میں فارسی سے ہوا ۔بعد ازاں اس پر عربی ادب اثرات آگئے۔ اسی اثر نے اردو میں صوفیانہ رنگ بھر دیا۔ اردو غزل ایک غیر معمولی طریقہ اظہار ہے ۔ جس میں بے انتہا اندرونی رومانی جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔ غزل اپنے آپ میں تاریخی اعتبار سے ایک ادب ہے۔ اس کے متنوع جہات اور موضوعات کا احاطہ کرنا مشکل عمر تھا۔ اسی لیے راقم نے اس کو چار دبستانوں میں بانٹنے کی کوشش کی ہے۔ غزل جذب و خیال، متنوع موضوعات کا حیرت کدہ اور جہانِ معانی کا آئینہ خانہ ہے۔ غزل میں زندگی کی سی وسعت ہے جس طرح زندگی اپنے اندر تمام موسم رنگ واقعات جذبے، تحریکیں، چہرے نظریے اور رویے سمو لینے پر قادر ہے۔ اسی طرح غزل بھی ان سب عناصر کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ جس طرح زندگی کا ارتقائی سفر جاری رہتا ہے۔ اسی طرح غزل کا ارتقائی سفر بھی ایک تسلسل سے جاری رہتا ہے اور زندگی کے بدلتے مناظر اور مظاہر صنف غزل کا حصہ بنتے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تاریخ ادب اردو ۷۰۰اء تک (جلد پنجم) کے مرتبین پروفیسر سیدہ جعفر اور پروفیسر گیان چند جین نے لکھا ہے:

" غزل کی جڑیں ہماری تہذیب اور سماجی زندگی میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سینکڑوں سال سے اردو شاعری کی روح میں سمائی ہوئی ہے فکر و احساس غزل کے سانچے میں صدیوں سے ڈھلتے آئے ہیں۔ ہر دور میں اس صنف نے ہمارے جذباتی، ذہنی اور سماجی تقاضوں کی بڑی سچی اور بھرپور عکاسی کی ہے۔ " آرائش خم کاکل " اور اندیشہ ہائے دور دراز "گرمی بزم" اور " خلوت غم "، " دار" اور " کوئے دلدار" حقیقت و مجاز اور رندی و اخلاق آموزی کی جیسی رنگارنگ اور متنوع تصویریں غزل میں ملتی ہیں۔ اس کا مقابلہ ادب کی کوئی اور صنف نہیں کر سکتی۔ غزل اپنی ریزی کاری اور اختصاری کے باوجود بڑی جامع صنف ہے۔ یہ اس اعتبار سے بھی جامع ہے کہ اس میں ماحول کی مختلف کیفیات اور انسانی فکر و احساس سے مطابقت پیدا کرنے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔ غزل کا آرٹ حرکی ہے اور زندگی کی طرح حرکت و نمو میں چار بسا ہوا ہے۔ غزل چوں کہ اپنے دور کی حسّیت اور تہذیب زندگی کی دھڑکنوں کے ترنم پر رقص کرتی رہی ہے۔ اس لیے اس کے موضوعات، اس کی معنویت' اس کی کنائیے اور اس کی علامتیں ہر دور میں نئے جلوسے دکھاتی رہی ہیں اور عہد میں انسانی مسائل کی موثر ترجمانی کرتی رہی ہیں۔"

اردو غزل فارسی غزل کی مرہون منت ہے۔ ابتدائی دور کی اردو غزل پر فارسیت کے اثرات نمایاں ہیں اور اردو کا پہلا قابل ذکر غزل گو شاعر ولی دکنی کو کہا جاتا ہے۔ جسے اردو کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق "اردو غزل کی داستان کے چار ابواب ہیں پہلا باب دکنی غزل کے متعلق ہے دوسرا باب اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے انیسویں صدی کے نصف اول تک کے دور پر محیط ہے بلکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو اس کے آخر تک قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا۔ تیسرا باب ۱۸۵۷ء سے لے کر اقبال تک اور

آخری باب اقبال کے بعد جدید دور سے متعلق ہے۔''لیکن تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اردو میں جدید غزل کا آغاز غاؔلب سے ہوتا ہے۔ یوں تو خود ولیؔ دکنی اپنے زمانے کا جدید شاعر تھا اور پھر میر تقی میرؔ نے بیان کی آرائشوں سے زیادہ موضوع کی لطافتوں پر زور دے کر اپنے زمانے کے حوالے اردو غزل میں ایک اور جدید دور کا آغاز کیا۔ میر تقی میرؔ غزل کے میدان میں سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔ انہیں غزل سے خصوصی رغبت تھی۔ جس کی وجہ سے دوسری اصنافِ سخن کے مقابلے میں غزل میں نمایاں کامیابی ملی۔ دیگر اردو کے شعراء سے ان کا انداز بیاں منفرد تھا لیکن احساسات اور جذبات یکساں ہے۔ وہ بھی اپنے اندر ایک نازک و حساس دل رکھتے ہیں۔ جب کبھی انہیں تکلیف پہنچاتی ہے تو وہ بھی کرب سے چیخ اُٹھتے ہیں۔ یہی وہ غم اور تکلیف ہے ان کی غزل کی شکل میں بے حد نفاست کے ساتھ جگہ بنا لیتی ہے۔

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے؛ یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

میرؔ کو محبوب کی اَدھ کھلی آنکھوں میں شراب کا نشہ نظر آتا ہے۔ وہ اس کی نشیلی آنکھوں کے دیوانے ہیں اور اسی دیوانگی نے ہی ان سے یہ شعر کہلوایا ہے۔

میر اُن نیم باز آنکھوں میں؛ ساری مستی شراب کی سی ہے

Dr. H M Imran

Assistant Professor,

SS College, jehanabad

Imran305@gmail.com